ڈاکٹر اعجاز نسیم

ایس ایس ٹی، گورنمنٹ ہائی سکول 185/7R، فورٹ عباس، بہاول نگر

ڈاکٹر امت اللطیف

ایس ایس ٹی، گورنمنٹ گرلز ماڈل ہائی سکول چشتیاں، بہاول نگر

صدیق شاہد کی اردو شاعری میں ہیت، تکنیک اور اسلوب کے امتیازات

Dr. Ijaz Naseem
SST. Govt High School 185/7R, Fort Abbas, Bahawalnagar
Dr. Amtul Latif
SST. Govt Girls Model High School Chishtian, Bahawalnagar

Distinctions of Form, Technique and Style in Urdu Poetry of Siddique Shahid

ABSTRACT

Siddique Shahid is a poet renowned for his simple and measured tone, deeply rooted in the classical genres of Urdu poetry, particularly the Ghazal. His work reflects traditional influences while integrating contemporary themes, with travel and the multifaceted emotions of love—such as separation, union, dispassion, indifference, and self-surrender—serving as central motifs. Shahid's poetry is distinguished by its elegance and beauty, capturing the refinement of classical ghazals alongside a light infusion of modern sensibilities. This blend of traditional and contemporary elements narrates the ongoing evolution of the ghazal, illustrating how it adapts to new rhythms amidst changing times, thereby presenting a dynamic interplay of historical and modern influences.

Keywords: *Siddique Shahid, Urdu Poetry, dispassion, Distinctions, Form, Technique, Style.*

دنیائے شعر و ادب سے وابستگی سخن فہمی کا نقطہ آغاز ہے۔ اور شاعری سے دل وابستگی اور وارفتگی میں جنوں کی حدود کو چھو لینے کا ذائقہ تلخیِ حیات کا شعور اور دل میں کیف و سرور پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ شاعری کائنات میں حسن و جمال کے اضافے کا باعث بنتی ہے۔ شاعر کا یہی کمال ہے کہ وہ خود ایک نیا جہاں تخلیق کرتا ہے۔ وہ جذب و شوق کی سرمستی اور سرخوشی میں چراغ آفریدم کا نعرہ بلند کرتا ہے۔ وہ الفاظ کے دروبست میں وہی مہارت رکھتا ہے جو

Article (2-1-4) Published on 22-05-2024
Tashkeel, Department of Urdu, University of Jhang, E mail: tashkeel@uoj.edu.pk
12KM, Chiniot Road, Jhang, Punjab, Pakistan. 047-7671240

مصور فطرت حجاب ذات سے باہر نکل کر اپنی بو قلمونی سے آدم خاکی کو ورطہِ حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ شاعری کا حسن و جمال مرجھاتا نہیں، بلکہ یہ صدا بہار پھولوں کی طرح شاداب رہتا ہے۔ جس کی خوشبو سے موجود اور آئندہ زمانے مہکتے رہتے ہیں۔ اس حوالے سے مجھے دھیمے مگر سچے اور کھرے جذبوں کے شاعر صدیق شاہد کی شاعری کا اجمالی نقد و نظر پر مبنی تبصرہ کرنا مقصود ہے۔ جو پانچ شعری مجموعے "صحرا میں سمندر،،" رنج سفر،، " ایک سخن اور،،" باریابی ،،اور "خواب سرا،، جیسے شاہکار تخلیق کر چکے ہیں۔

قلم و قرطاس کے ساتھ صدیق شاہد کا رشتہ بچپن ہی سے بڑا مضبوط تھا۔ اپنے استاد سید وزیر الحسن عابدی کے زیر سایہ شاعری کا جذبہ ابھرا۔ بقول صدیق شاہد

> "۱۹۴۸ کی بات ہے۔ میں ساتویں کلاس میں پڑھتا تھا۔ سید وزیر الحسن عابدی ہمارے اردو کے استاد سبق پڑھانے کے دوران کلاس میں گھومتے ہوئے حفیظ جالندھری کا شاہنامہ اسلام اور مولانا ظفر علی خان کی نعتیں گنگناتے۔ ان کے شاگردی میں شعر گوئی کا شوق پیدا ہوا۔"(1)

۱۹۴۷ میں ملک تقسیم ہو رہا تھا۔ انسانی رشتوں کی شکست و ریخت اور دینی و جذباتی جھٹکوں نے زندگی کا نظام درہم برہم کر دیا تھا۔ بچپن کا دور تھا۔ صدیق شاہد واقعات کی تلخیوں کو محسوس کر کے شعری پیکر میں ڈھالتے رہے۔ صدیق شاہد نے اپنی ابتدائی شاعری مولانا حسرت موہانی اور فانی بدایونی کے کلام کا مسلسل مطالعہ کرنے کے بعد کچھ نہ کچھ لکھنے کی عادت بنا ڈالی۔ آہستہ آہستہ شعری پختگی آتی گئی اور صدیق شاہد نے مشاعروں میں جانا شروع کیا۔ صدیق شاہد گورنمنٹ کالج لائل پور میں زیر تعلیم تھے، کہ دہلی کلاتھ ملز کے منتظم لالہ مرلی پرشاد نے بزم مشاعرہ کا اہتمام کیا۔ اس بزم سخن میں حفیظ جالندھری، جگر مراد آبادی، فراق گورکھپوری، محشر بدایونی، ظہیر کاشمیری، علی سردار جعفری، ادیب سہارنپوری اور شور علیگ شامل تھے۔ ان کا کلام صدیق شاہد کو بہت پسند آیا۔ اس کے بعد صدیق شاہد نے باقاعدہ شاعری شروع کر دی۔ لیکن چھپنے چھپانے سے احتراز کرتے رہے۔ ان کے فن شاعری کا علم دوست احباب کے سوا کسی کو نہ تھا۔ ڈاکٹر سلیم اختر کے مطابق:

> "ایک دن صدیق شاہد کالج تشریف لائے تو یہ خوش خبری سنائی، کہ میرا مجموعہ کلام آرہا ہے۔ میں نے خوشی کا اظہار کیا۔ کہ ظالم سماج سے چھپ کر شاعری کیسے ہو رہی ہے۔"
> (2)

صدیق شاہد نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ گاؤں میں گزارا۔ ملازمت سے ریٹائرڈ ہو کر شیخوپورہ رہائش اختیار کی۔ جو لاہور کا مضافاتی شہر ہے۔ انہوں نے اپنے دل کی آنکھ کھلی رکھی اور حادثات زمانہ کے بگولوں میں گھرے ہوئے

انسانوں کا مطالعہ کیا۔ ان کی معاشی، ذہنی اور جذباتی صورتحال کو اشعار کا حصہ بنایا۔ ان کی شاعری میں قنوطیت نہیں، بلکہ امید کی روشنی محسوس ہوتی ہے۔ گویا ان کی شاعری میں گاؤں کی چکنی مٹی کی خوشبو اور چودھویں رات کے چاند کی سی روشنی بھی ہے۔ راجہ رسالو کے مطابق:

"صدیق شاہد ہوراں دا خمیر ایک پنڈ وچوں اٹھیا سی۔ اس لئی اونہاں دی شاعری وچ چکنی مٹی دی مہک، سروں دے پھلاں دی خوشبو تے چودھویں رات دے چن ورگی چاننی ایں۔"(3)

انسان دوستی اس ذہنی رویے کا نام ہے، جو انسان اور اس کی خصوصیات، معاملات اور خواہشات کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ کوئی شاعر تو ہو اور انسان دوست نہ ہو۔ البتہ انسان دوستی کی سطحیں اور زاویہ نظر مختلف ہو سکتے ہیں۔ علم و ادب میں علم الاخلاق ایک ایسا اصول ہے۔ جس کا مرکز انسان کی ذات و کائنات ہے۔ اس نظریے کے پیروکار انسانی فلاح و بہبود کی کوشش کو ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ بعض مفکرین کے نزدیک انسانیت کے نظریے میں مذہبی تفریق سے بالاتر ہونا بھی شامل قرار دیا ہے ان کے خیال میں: "انسان کا اصل فریضہ انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنا ہے۔"(4)

صدیق شاہد کی انسان دوستی بھی کچھ ایسی ہی ہے۔ جو انہوں نے شعوری طور پر اختیار کی ہے۔ صدیق شاہد کی شاعری کے بارے میں یہ واضح ہوتا ہے، کہ انہوں نے واقعی انسانی فلاح و بہبود کو اپنے فن کا تقاضہ سمجھا، اور اسے ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھ کر ایک فرض کی طرح نبھایا۔ احمد ندیم قاسمی کے مطابق:

"صدیق شاہد انسان اور انسانیت سے غیر مشروط محبت کرنے والا شاعر ہے۔ کہیں کہیں وہ آج کے غیر انسانی رویوں پر بھی تنقید کرتا نظر آتا ہے۔"(5)

اگر حسن خداداد کی نعمت میسر ہو تو جو آن، بان، دل کشی اور سادگی فطری انداز میں ہے، وہ سجاوٹ اور بناوٹ میں کہاں۔ ہر قسم کے تکلف اور ہوس سے پاک فطری انداز آنکھوں کو زیادہ بھلا لگتا ہے۔ صدیق شاہد کے مطابق:

"تذکرہ تیرا سنا صحن چمن میں ہم نے
نقش کچھ دیکھے تیرے سرو و سمن میں ہم نے
بات سادہ تھی گئی صاف دلوں میں شاہد
ایسا اپنایا چلن شعر و سخن میں ہم نے۔"(6)

یہ شعر جہاں سہل ممتنع اور روزمرہ گفتگو کے انداز کی ایک عمدہ مثال ہے، وہاں اس کی سادگی، بے ساختگی اور روانی دیدنی ہے۔ ایسے اشعار دل میں اتر جاتے ہیں۔ صدیق شاہد سیدھے سادھے شریف و نفس بھلے مانس اور وضعدار انسان ہیں۔ ان کے طرز عمل اور لب و لہجے میں رکھ رکھاؤ، احتیاط اور سلیقہ ہے۔ ان کی باتوں میں نہ تلخی ہے، نہ شوخی ہے، نہ شیخی ہے، نہ غصہ ہے، نہ شکوہ ہے، نہ شکایت۔ ایک ٹھہرا، ٹھہرا، رکا، رکا سادھیما نرم و ملائم لہجہ ہے۔ جس میں ایک وقار بھی ہے اور بانکپن بھی۔ بقول محمد اکرم سعید:

"صدیق شاہد کی شخصیت اور شاعری اسی خواہش اور احتیاط سے ابھرتی ہے۔ آگے بڑھنا بھی اور رکنا بھی ان کا عمومی رویہ ہے۔ یعنی روشنی کو باہوں میں لینے کی تمنا بھی اور اجتناب بھی ان کے ساتھ ساتھ ملتا ہے۔"(7)

صدیق شاہد زندگی کے تمام تلخ حقائق کو شعر کے حسن میں سمو کر صفحہ قرطاس پر بکھیرنے کا فن بھی صاحب طرز شعرا کی طرح بخوبی جانتے ہیں۔ وہ جلتے، بجھتے موضوعات کی مدد سے لپکتے، بھڑکتے شعلوں کی حدت کو اپنے مزاج کی سادگی سے کم کرتے چلے جاتے ہیں۔ وہ ذات و کائنات کے رشتے کو سمجھ کر اس کی حدود متعین کرنے کا شاعر ہے۔ اس کے ہاں زندگی کے تمام جذبے گلے ملتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے ہاں زندگی کی مثبت اور منفی روئیں ایک ساتھ چلتی دکھائی دیتی ہیں۔ یہاں تک کہ غم دوراں اور غمی جاناں دونوں گلے ملتے دکھائی دیتے ہیں۔

"غم زمانہ غم یار سب کچھ اس میں ہے
ہمارے دل کے سمندر کی تھا کوئی نہیں
پناہ کوئی نہیں بارگاہ کوئی نہیں
فریب عصر سے بچنے کی راہ کوئی نہیں۔"(8)

جس طرح سچائی کو روشنی کی مانند پھیلنے سے روکا نہیں جا سکتا۔ اسی طرح فن اپنے اظہار و ابلاغ اور شہرت کے ذرائع خود نکال لیتا ہے۔ اور ایک فطری شاعر خود کو کتنا ہی محدود کیوں نہ کرے۔ قدرت اس کے لیے محدود میدان فراہم کرتی ہے۔ صدیق شاہد کی شخصیت اور فن اسی حقیقت کا گواہ بن کر ایک دم باذوق افراد کے سامنے آیا اور بڑوں بڑوں کو حسرت کے ساتھ حیرت بھی ہوئی، کہ ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی۔ صدیق شاہد بات دل سے کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی بات دل میں اترتی ہے۔ احمد ندیم قاسمی کے مطابق:

"صدیق شاہد شعر یوں کہتے ہیں، جیسے عبادت کر رہے ہوں۔ اور عبادت کا اشتہار نہیں دیا جاتا۔ اس قبیل کے شعرا کا کلام سنیے، تو حیرت ہوتی ہے۔ کہ وہ اتنا حسن تفکر اور اتنی پختگی کہاں سے سمیٹ لائے ہیں۔ ان کے کلام کا مطالعہ کرتے ہوئے کئی مقامات پر یوں محسوس

ہوا، جیسے کوندہ لپکا ہے۔ جب کسی شاعر کے ہاں اس طرح کا ایک شعر بھی دستیاب ہو جائے، جو دل و دماغ میں چکا چوند مچادے، تو یہ بڑے فخر کی بات ہے اور صدیق شاہد کے ہاں تو قاری کو اس طرح کی جگمگاہٹوں کا تجربہ ہو گا۔"(9)

صدیق شاہد گوہر تابدار کی صورت میں ابھرے اس لیے وہ ترچھے ہوئے ہیروں جیسے خوبصورت لفظ برتتے ہیں انہوں نے کرب نارسائی کا دریا عبور کر کے سکون گوئی کو اپنایا وہ خود اپنی ہو اس تجربے اور اپنے ادراک سے زندگی کی ماہیت اور حقیقت دریافت کرنا چاہتا ہے اس کی شاعری کا کینوس وسعت لیے ہوئے ہے ۔ وہ صوفی شاعر، خمریات کا شاعر یا معاملہ بندی کا شاعر نہیں بلکہ وہ ذات و کائنات کے رشتے کو سمجھ کر اس کی حدود متعین کرنے والا شاعر ہے انہیں غزل کے اسلوب پر مکمل گرفت حاصل ہے۔

"جا بسے سبز جزیروں میں طیور
کتنا ویران شجر لگتا ہے
ایک مدت سے درخت دل کو
نامرادی کا ثمر لگتا ہے
سر جھکانے کی بھی حد ہے کوئی
اب تو دہلیز کو سر لگتا ہے۔"(10)

فکر، ذاتی تجربہ اور مشاہدہ یہ چیزیں ایک شاعر اور غیر شاعر کی بنیادی پہچان ہے۔ کیونکہ ایک شاعر غور و فکر سے کام لے کر اپنے ذاتی تجربات اور مشاہدات کو بیان کرتا ہے۔ اس سے ان میں انفرادیت پیدا ہوتی ہے۔ بقول قتیل شفائی:

"صدیق شاہد کی شاعری میں ان کی فکر بھی کارفرما نظر آتی ہے اور ان کا تجربہ اور مشاہدہ بھی۔"(11)

حسن پسندی صدیق شاہد کی شاعری کا خاصہ ہے۔ وہ اس انداز حسن کے ساتھ خیالات کو لفظوں میں نظم کرتے ہیں کہ قاری پر سحر طاری ہو جاتا ہے۔ وہ صرف گلاب کی خوشبو نہیں سونگھتے، بلکہ اس کی نزاکت سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ان کی غزل میں تغزل کا پہلو نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ بقول اشرف نقوی:

"صدیق شاہد کا تعلق ایسے شعرا کے گروہ سے ہے، جن کی شاعری کسی حد تک روایت سے جڑی ہونے کے باوجود جدید غزل کے جملہ محاسن لیے ہوئے ہیں۔ ان کی غزل میں غنایت بھی ہے اور تغزل بھی، قادر الکلامی کا یہ عالم ہے کہ نازک سے نازک خیال کو اس انداز،

خوب صورتی اور مہارت سے باندھتے ہیں کہ سامع ہو یا قاری بے اختیار واہ واہ کر اٹھتا ہے۔"(12)

ان خیالات کا اظہار وہ یوں کرتے ہیں:

"رکھیے قدم دھیان سے سرکار دیکھ کر
پاؤں میں چبھ نہ جائیں کہیں خار دیکھ کر
کار جہاں دراز ہے پر گردش فلک
کچھ سوجھتا نہیں تیری رفتار دیکھ کر"(13)

اچھی شاعری بہت سی خوبیوں کا تقاضا کرتی ہے۔ ان میں بحر، اوزان، قافیہ اور علم عروض کا خیال رکھا جاتا ہے۔ صدیق شاہد کی غزل میں آسان ردیفوں کا استعمال کر کے حسن پیدا کیا گیا ہے۔ وہ غیر فطری طور پر نہایت مشکل قافیہ اور ردیف استعمال کرتے ہیں۔ انہوں نے لایا ہے، اس کا ہے، زمانہ ہو گا، جیسی ردیف کو بڑے خوبصورت انداز سے نبھایا ہے بقول اعزاز احمد آزر:

"صدیق شاہد کا سارا کلام ہیتی اصولوں کی پاسداری کرتا نظر اتا ہے۔ انہوں نے آسان ردیف، کوافی استعمال کر کے شاعری کی عظمت بڑھائی ہے۔ وہ تشبیہات و استعارات کو استعمال کرنے کا گر جانتے ہیں۔"(14)

اس بارے میں صدیق شاہد یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

"جشن ایک یوں بھی کسی روز منایا جائے
میرے قاتل کو میرے سامنے لایا جائے
غزل اس طور سے کہتا ہوں میں شاہد جیسے
بربط دل پہ کوئی گیت سنایا جائے"(15)

اچھی شاعری کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ پڑھنے میں اچھی لگے۔ صدیق شاہد کا کلام اس صفت پر پورا اترتا ہے، کہ انہوں نے اپنے اشعار میں ارد گرد پھیلی ہوئی زندگی کے مشاہدے اور تجربے کی جھلک دکھائی ہے۔ اپنی طرز احساس رنگ و فکر کے اظہار میں سماجی عوامل کی صورت گری کی ہے۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے، کہ وہ کسی کے مقلد نہیں ہیں۔ وہ انسانوں کے درمیان دوریاں ختم کرتے اور عداوتوں کی دیوار کو اونچا نہ کرنے کا آرزومند ہے۔ وہ زندگی کی سچائی کا شاعر ہے۔ زندگی کی ہر ادا اس کے لیے دلچسپی کا باعث ہے۔ ان کی شاعری باطن کے انکشاف کی شاعری ہے۔ وہ عصری آشوب اور روح اثر جدید آہنگ میں ڈھلتی دکھائی دیتی ہے۔ بالکل نیا، دھلا دھلا، شفاف اور

جاذب نظر لہجہ اپنے مادی وجود کے ساتھ نہیں، بلکہ اپنے لطیف احساس کے ساتھ ابھرتا ہے، اور شعری منظر نامہ پیش کرتا ہے۔ بقول پروفیسر نذیر احمد چودھری:

"صدیق شاہد کی شاعری میں روحِ عصر بولتی نظر آتی ہے۔ ان کی غزلوں میں بیسویں صدی کے روحانی اضطراب، نفسیاتی انتشار، اخلاق اور مذہب کی شکست وریخت اور انسان میں تنہائی کے پھیلے کرب ناک ماحول اور مسائل کی ترجمانی پائی جاتی ہے۔"(16)

صدیق شاہد کی شاعری شگفتہ اور تکنیکی اصولوں کی پابند ہے۔ ان کی غزل مسلسل ارتقا کی داستان ہے۔ وہ وقت کے بدلتے ہوئے مناظر میں نئے آہنگ میں ڈھلتی دکھائی دیتی ہے اور اس ارتقائی سفر میں مختلف سنگ میل ایک ایک کر کے ہماری نظر سے گزرتے ہیں۔ ان کے فن اور شخصیت میں کوئی دوری اور دوئی نہیں۔ ان کا فن تصنع، ریاکاری، منافقت اور تنگ بندی سے مبرا ہے۔ صدیق شاہد ایک کہنہ مشق شاعر ہیں۔ وہ الفاظ وتراکیب کے استعمال پر قدرت رکھتے ہیں۔ ساتھ ساتھ مصرعوں کی ساخت کا فن بھی جانتے ہیں۔ انہوں نے پابند نظم سے باہر کام نہیں کیا۔ ان کے کلام کا حسن قافیہ اور ردیف کی خوبی سے بھی محروم نہیں۔ ہیئت کے اعتبار سے ان کا کلام علم عروض کی پابندی کرتا نظر آتا ہے۔ ان کی شاعری میں تقلید کا رنگ نہیں، بلکہ وسعت مطالعہ کا مظہر ہے۔ ان کی شاعری کلاسیکیت کی روایت کی علمبردار بھی ہے، اور جدید تقاضوں کو بھی پورا کرتی ہے۔ ان کا اسلوب شگفتہ اور تکنیکی اصولوں کی پاسداری کرتا ہے۔ ان کی غزل مسلسل ارتقا کی داستان ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ صدیق شاہد، میں ہوں اپنی شکست کی آواز، لاہور: بیت الحکمت، 2008ء، ص 9۔

2۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، ”حرف شیریں کی ردا“، مشمولہ: لبِ جو، جلد 1 شمارہ 1، سانگلہ ہل: گورنمنٹ ڈگری کالج، 1991ء، ص 60۔

3۔ راجہ رسالو، ” میں تن درد اولے“، مشمولہ: ونجلی (ہفت روزہ)، شمارہ نمبر 11، 19 تا 26 جون 1987ء

4۔ صدیق شاہد، میں ہوں اپنی شکست کی آواز، ص 10۔

5۔ احمد ندیم قاسمی، "تعارف"، مشمولہ: رنج سفر، صدیق شاہد، لاہور: سمیل پبلشرز، 1990ء، ص 9۔

6۔ صدیق شاہد، رنج سفر، ص 9۔

7۔ اکرم سعید، ”کانپتی شاخ اور کلیاں“، مشمولہ: روزنامہ نوائے وقت، 9 ستمبر 2006ء۔

8۔ صدیق شاہد، صحرا میں سمندر، لاہور: پولیمر پبلی کیشنز، 1985ء، ص 177۔

9۔ احمد ندیم قاسمی، "ایک تاثر"، مشمولہ: صحرا میں سمندر، ص 177۔

10۔ صدیق شاہد، خواب سرا، لاہور: بیت الحکمت، 2006ء، ص 15۔

11۔ قتیل شفائی، "فلیپ"، مشمولہ: رنج سفر
12۔ اشرف نقوی، "خواب سرا اور عصری شعور"، مشمولہ ہفتہ روزہ، نائب اللہ، 20 تا 26 نومبر، 2006ء۔
13۔ صدیق شاہد، رنج سفر، ص 115۔
14۔ اعزاز احمد آذر سے بالمشافہ ملاقات، رہائش گاہ علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور، تاریخ، 7 جولائی 2013ء
15۔ صدیق شاہد، "رنج سفر"، ص 37۔
16۔ نذیر احمد چودھری، " صحرا میں سمندر-ایک تجزیاتی مطالعہ"، مشمولہ: لبِ جو، سانگلہ ہل: گورنمنٹ ڈگری کالج، 1991ء، ص 33۔

References in Roman Script:

1. Siddique Shahid, Main Hun Apni Shikast ki Awaz, Lahore: Bait-ul Hikmat, 2008, P9.
2. Salim Akhtar, "Harf-i Shirin ki Rida", Mashmulah: Lab-i Ju, 1:1, Sangla Hill: Govt. Degree College, 1991, 60.
3. Raja Risalu, "Main Tan Dard Auly", Mashmulah: Wanjli (Weekly), Issue 11, 19-26 June 1987, Sheikupura,
4. Siddique Shahid, Main Hun Apni Shikast ki Awaz, P10.
5. Ahmad Nadim Qasmi, "Ta'aruf", Mashmulah: Ranj-i Safar, Siddique Shahid, Lahore: Smail Publishers, 1990, P9.
6. Siddique Shahid, Ranj-i Safar, P9.
7. Akram Saeed, "Kanpti Shakh aur Kalyan", Mashmulah: Roznama Nawa-I Waqt, 9 September 2006.
8. Siddique Shahid, Sahra mein Samundar, Lahore: Polimer Publications, 1985, P177.
9. Ahmad Nadim Qasmi, "Aik Tassur", Mashmulah: Sahra mein Samundar, P177.
10. Siddique Shahid, Khwab Sara, Lahore: Bait-ul Hikmat, 2006, P15.
11. Qateel Shifai, "Flaip" Mashmulah: Ranj-I Safar,
12. Ashraf Naqvi, "Khwab Sara aur Asri Shaur", Haftawar, Naib Ullah, 20-26 November 2006.
13. Siddique Shahid, Ranj-I Safar, P115.
14. Aizaz Ahmad Azir say Bilmashafa Mulaqat, Rihaaish Gah Allama Iqbal Town, Lahore, 7 july 2013,
15. Siddique Shahid, Ranj-i Safar, P37.
16. Nazir Ahmad Chaudhary, "Sahra mein Samundar-Aik Tajziyati Mutala", Mashmulah: Lab-i Ju, Sangla Hill: Govt Degree College, 2:1, 1991, 33.